قندِ مکرر، نہ صرف گئے دنوں کی کش مکش سے روشناس کراتی ہے، بلکہ حالات کی نزاکت اور ماحول کے جبر کی بہت سی پرچھائیاں بھی پیش کرتی ہے۔

ممکن ہے کوئی شخص یہ کہے کہ: ''کیا ضرورت تھی انھیں شائع کرنے کی''؟ لیکن ایسے ناصح کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے کہ مذکورہ حضراتِ گرامی نے اپنی زندگی میں، اور انتقال کے بعد ان کے فکری پس ماندگان نے، مولانا مودودی پر اس نوعیت کی تنقیدات کو شائع کرنے کا پے بہ پے اہتمام کیا ہے۔ جب مولانا مودودی پر سنگ زنی کے یہ مظاہر پڑھنے والوں کو باسانی دستیاب ہیں تو پھر مولانا مودودی کی پوزیشن واضح کرنے والی کسی تحریر کی اشاعت کا جواز آخر کیسے ختم ہوسکتا ہے؟ استغاثہ دائر کرنے کو حق وصواب اور تاریخ کا ریکارڈ کہنا، جب کہ وضاحت میں پیش کی جانے والی معروضات کو ''کیا ضرورت تھی انھیں شائع کرنے کی'' کہنا عدل نہیں، بے انصافی ہے۔ (سلیم منصور خالد)

ڈاکٹر عذرا بتول (سعادت کی زندگی، شہادت کی موت) مرتب: عباس اختر اعوان: ناشر: مکتبہ خواتین میگزین، نزد مین گیٹ، منصورہ، لاہور۔ صفحات: ۴۰۰۔ قیمت: ۱۵۰ روپے۔

انسانوں کی کثیر تعداد ہر روز، دنیاے فانی سے منہ توڑ کر قبر کی تاریک آغوش میں جا سماتی ہے۔ لیکن کچھ خوش نصیب اپنے پیچھے روشنی کی ایسی کرنیں چھوڑ جاتے ہیں، جن سے خلقِ خدا تادیر فیض یاب ہوتی رہتی ہے۔ ڈاکٹر عذرا بتول ایسی ہی حیاتِ جاوداں پانے والی خاتون تھیں۔

پیشے کے اعتبار سے ڈاکٹر، تحریک اسلامی کی حد درجہ مخلص کارکن، خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار، دنیا میں باعمل اور متحرک مگر نظر، آخرت پر۔ ۶ ستمبر ۲۰۰۳ء کو اوکاڑہ سے لاہور کے لیے روانہ ہوئیں اور بھائی پھیرو کے مقام پر ان کی کار اینٹوں کے ٹرالے سے ٹکرا گئی اور وہ موقع ہی پر جامِ شہادت نوش کر گئیں۔

صحیح معنوں میں ڈاکٹر عذرا بتول کا تعارف ان کی شہادت کے بعد ہی ہوا۔ اپنی ذات کی نفی کر کے دوسروں کو سکھ بہم پہنچانے کا رویہ نفسانفسی کے اس دور میں بہت کم ملتا ہے۔ عذرا بتول نے شادی کے بعد اپنی ذاتی کمائی اپنے سسرال کا مکان بنانے، انھیں حج کروانے اور ان کی ہمہ پہلو اعانت میں لگا دی۔ ان کے چھے بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں، بحیثیت ماں ان کی اولین خواہش یہی تھی